اخلاصِ نیت، اعمال کی قبولیت کی بنیاد

اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی کافی ہوسکتا ہے جبکہ اخلاص کے بغیر بڑے سے بڑا عمل بھی راکھ کا ڈھیر ثابت ہوگا

ارشادِ ربانی ہے:

اوران لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ پوری یکسوئی کے ساتھ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، اطاعت کو اُس کے لئے خالص رکھیں اور نماز قائم کریں اورزکوٰۃ دیتے رہیں یہی صحیح اور مضبوط دین ہے۔(البینہ)

متفق علیہ حدیث ہے:

بے شک اعمال کی قبولیت کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کے قول وفعل اور سعی وجہد کا مقصد صرف اللہ کی رضا کا حصول ہو۔اخلاص کی ضد اشراک یا اشتراک ہے یعنی عمل محض اللہ کی رضا کے لئے نہ ہو بلکہ کسی حیثیت سے کوئی اور مقصد، ریاکاری، شہرت اور ناموری، خواہشِ نفس یا کوئی خوف اور لالچ وغیرہ بھی اس میں شامل ہوچکی ہو۔ اگر ایسا ہو تو پھر حدیث کی رُو سے اللہ اُس کو قبول نہیں فرماتا۔علمائے کرام نے نیک اعمال کی قبولیت کے لئے دو شرطیں بیان کی ہیں جن کی حیثیت دین حنیف میں مسلمہ ہے، اولین شرط یہ ہے کہ وہ عمل خالص اللہ کے لئے ہو، کوئی اور غرض اس میں شامل نہ ہو۔دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عمل سنت کے عین مطابق ہو۔شریعت کے قاعدے کے مطابق ہی اس کو کیا جائے۔نبی ﷺ کا فرمان ہے:

جس کسی نے ایسا عمل کیا جس کے کرنے کا حکم ہم نے نہیں دیا تو اللہ اس کو رد کردے گا۔

اس کی تفصیل ان شاء اللہ کسی اور موقع پر آئے گی، آج ہم صرف اخلاص کی اہمیت پر توجہ مرکوز کریں گے۔اخلاص کی اہمیت کو قرآن وسنت میں جابجا بیان کیا گیا ہے۔سورۃ البینہ کی مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ نے اخلاص کے ساتھ عبادت کا حکم دیا ہے اور دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا ہے:

آگاہ رہو! اطاعت صرف اللہ کے لئے ہے۔

جو لوگ اپنے محسن آقا ومالک کو بھول کر خواہشات کی بندگی میں زندگی بسر کرتے ہیں، ان کے حصے میں قیامت کے دن حسرت اور ندامت کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔اخلاص کا منبع اور سرچشمہ انسان کا دل ہے اور وہ انسان روزِ قیامت اُن خوش نصیبوں میں شامل ہوگا جس کو مالکِ کائنات نے فوزِ عظیم کی بشارت دی ہے، جو قلبِ سلیم کے ساتھ اُس کی بارگاہ میں حاضر ہوگا:

اُس روز مال اور اولاد کچھ بھی فائدہ نہ دیں گے مگر جو انسان قلبِ سلیم کے ساتھ آئے گا، (وہی کامیاب قرار پائے گا)۔(الشعراء)

قلبِ سلیم وہ دل ہے جو پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے رب کی اطاعت پر اس طرح قائم رہے جس طرح کمپاس ہر طرف سے گھوم کر ایک ہی سمت پر آکر رکتا ہے۔دل کے لئے عربی زبان میں ''قلب'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب حرکت کرنے والی شے ہے۔ قلب بھی ہر حال میں متحرک رہتا ہے۔علماء فرماتے ہیں:

دل اتنی تیزی سے اُلٹ پلٹ ہو جاتا ہے اور تبدیل ہوتا رہتا ہے جس طرح ہنڈیا میں اُبال آنے کے ساتھ تیزی سے پانی اوپر نیچے ہوتا ہے۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ دل کے ثبات اور استقامت کے لئے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا گو رہتے تھے:

اے دلوں کو گردش میں رکھنے والے، میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ اور اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔

ہمیں بھی اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ایک حدیث کا مفہوم کچھ اِس طرح ہے:

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے، جس شخص کے دل میں اخلاص ہو اُس کو دوست رکھتا ہوں۔

یہ حقیقت ہے کہ وہی لوگ اللہ کے دوست ہو سکتے ہیں جن کے دلوں میں صرف وہی بستا ہو اور اُس آیت کا مصداق ہوں کہ ”کہو میری نماز اور میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا، صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہے“۔ ہابیل اور قابیل سیدنا آدمؑ کے دو بیٹے تھے، دونوں نے قربانی کی، ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی رد کر دی گئی۔ جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی اس نے اپنے بھائی کو حسد کی نظر سے دیکھا اور کہا میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اللہ کے مخلص بندے نے جواب دیا کہ مجھے قتل کرنے کے بجائے اپنے دل کا جائزہ لو کہ بے شک اللہ صرف تقویٰ والوں کے عمل کو ہی قبول کرتا ہے۔ اس بات کو فرمان رسول ﷺ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو تمہارے جسموں کو دیکھے گا نہ ہی تمہاری صورتوں کو بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھے گا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف نیت ہی کافی نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ میری نیت بڑی صاف ہے۔ غیر محرم کو گھور گھور کر دیکھتے ہیں، سمجھائیں تو کہتے ہیں کہ میں بری نیت سے تھوڑا ہی دیکھتا ہوں۔ کسی عمل کی ترغیب دیں تو کہتے ہیں کہ اللہ کو ہمارے اعمال کی ضرورت نہیں، بس نیت ٹھیک ہونی چاہیے۔ گھر میں بیٹھ کر نماز کی صرف نیت کر لیا کریں، روزے کی نیت رات ہی کو کر لیں اور پھر کھاتے پیتے رہیں، بس نیت ٹھیک ہونی چاہیے۔ عجیب بے تکی باتیں کی جاتی ہیں۔ روزی تلاش کرنی ہو تو رات کا سکون برباد اور دن بھر محنت مشقت لیکن آخرت کی تیاری کی بات ہو تو اللہ بڑا کریم اور رحیم ہے۔ وہ رازق بھی ہے، پھر بیٹھے رہیں کوئی کوشش نہ کریں۔ یاد رکھیں کہ اللہ کا قانون اٹل ہے اور انسان کو وہی چیز ملتی ہے جس کے حصول کے لیے وہ جدو جہد کرتا ہے۔ جو آخرت کی کامیابی کا ارادہ کرے اور اس کے لیے اتنی محنت کرے جتنی محنت کا حق ہے اور وہ مومن بھی ہو، سو ایسے شخص کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے 3 چیزوں کا ذکر کیا ہے، ارادہ یعنی نیت، ایمان اور جدو جہد، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ محنت اور کوشش ہی کا پھل ملتا ہے۔ اس لیے نیت کے ساتھ عمل ضروری ہے۔ قرآن نے جگہ جگہ یہی بات کہی ہے۔ ہاں اس کی بارگاہ میں وہی عمل قبولیت کا شرف حاصل کرے گا جس کے پیچھے نیت بھی خالص ہو۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں لوگوں کے عمل پیش ہوں گے، اللہ تعالیٰ بعض کو قبول اور بعض کو رد کر دے گا۔ فرشتے کہیں گے کہ اس شخص نے تو بڑے اچھے عمل کیے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کی نیت اچھی نہیں تھی۔ ایسے اعمال راکھ کا ڈھیر ثابت ہوں گے۔ ہم قربانی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اللہ کے پاس تمہارا گوشت پہنچتا ہے نہ ہی خون بلکہ تمہارے دلوں کا تقویٰ ہی قبولیت کا ذریعہ ہے۔

تقویٰ دل کے خلوص ہی کا نام ہے اور یہی تقویٰ نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

انسانی جسم میں دل کی حیثیت بادشاہ اور حکمران کی ہے اور اعضاء و جوارح اس کی رعایا ہیں، اگر بادشاہ سلامت صحیح اور درست رہے تو رعایا بھی درست رہیں گے، اگر بادشاہ بگڑ جائے تو رعایا میں بھی بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی حقیقت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے:

آگاہ رہو! انسان کے سینے میں گوشت کا ایک لوتھڑا (دل) ہے، اگر اس کی اصلاح ہو جائے تو سارے جسم و جان کی اصلاح ہو جاتی ہے، اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے۔ سنو وہ دل ہے۔ (بخاری)

اسی حقیقت کے پیشِ نظر باطن کی اصلاح اور دل کی صفائی (تزکیہ نفس) کو اسلام میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔ تزکیہ کے عمل کو انبیاء کرام علیہم السلام کے فرائضِ نبوت و رسالت میں شامل کیا گیا ہے۔ کتاب و حکمت کی تعلیم اور تزکیہ نفس کو لازم اور ملزم قرار دیا ہے۔ تعلیم کے ساتھ ہی تربیت کا عمل ناگزیر ہو جاتا ہے اور تربیت کے ذریعے ہی انسان کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھل کر مخلصین اور محسنین کے درجے تک پہنچتے ہیں۔ شرک اور نفاق جیسے امراض سے دلوں کو پاک کر کے توحید اور اخلاص کے نور سے ان کو جلا بخشنا ہی تزکیہ کا عمل ہے۔ بدعات اور خرافات سے نفرت اور سنت کی محبت کی آبیاری کا نام تزکیہ ہے۔ اس کے علاوہ تمام اخلاقِ رزیلہ جیسے حسد اور بغض، کینہ اور عداوت، غرور و تکبر، شہرت اور ریا کاری، بے حیائی اور بد اخلاقی، گالم گلوچ اور بدزبانی، بدکاری اور حرام خوری، جھوٹ اور غیبت اور بدزبانی اور بدعہدی اور جملہ منکرات سے اپنے آپ کو بچانا ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ صفات سچائی اور دیانت داری، شرم و حیا، عدل و انصاف، حسن سلوک اور حسن اخلاق، صبر و شکر اور عفت اور پاکیزگی جیسی اعلیٰ صفات کی نشو نما کا عمل ہی تزکیہ نفس کہلاتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہی دعا کیا کرتے تھے:

اے اللہ میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اس کو (تمام الائشوں اور اخلاقِ رزیلہ سے) پاک کر دے، تو ہی اس کا بہترین تزکیہ کرنے والا ہے اور تو ہی میرے نفس کا ولی اور وارث ہے۔

اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی کافی ہو سکتا ہے جبکہ اخلاص کے بغیر بڑے سے بڑا عمل بھی راکھ کا ڈھیر ثابت ہوگا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو وصیت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے معاذؓ! اپنی نیت کو اللہ کے لیے خالص کر لو، تھوڑا عمل بھی تمہیں کفایت کرے گا۔

روایت ہے کہ ایک شخص کو جنت میں دیکھا گیا، اس سے پوچھا گیا کس عمل نے تمہیں یہاں پہنچایا۔ اس نے کہا:

لوگوں کے راستے میں ایک درخت تھا جو ان کو تکلیف دیتا تھا، میں نے اسے کاٹ دیا تاکہ لوگوں کو تکلیف سے بچایا جائے، اس کے عوض اللہ نے مجھے بخش دیا۔

غزوہ تبوک کے موقع پر اللہ کے نبی ﷺ نے سفر کے دوران صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

تم اپنے پیچھے مدینے میں ایسے لوگ چھوڑ آئے ہو جو تمہارے ساتھ اجر میں برابر کے شریک ہیں، ان کو بیماری نے روک رکھا ہے۔

اسی طرح جن لوگوں کے لیے سواری کا کوئی انتظام نہیں تھا، ان کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

تم کوئی کھائی عبور کرتے ہو اور جتنا راستہ طے کرتے ہو، تمہارے وہ بھائی اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں کہ ان کو عذر نے روک رکھا ہے۔

نیت کے خلوص کی وجہ سے بغیر جہاد کیے بھی جہاد میں شرکت کا ثواب مل رہا ہے لیکن دوسری طرف عبرت ناک واقعہ یہ بھی ہے کہ آدمی نبی ﷺ کی رفاقت میں جہاد میں شریک ہے لیکن اس کے لیے جنت کے بجائے آپ ﷺ نے جہنم کی وعید سنائی فرمایا ''قزمان جہنمی ہے''۔ قزمان نے جہاد میں بہادری کے اس قدر جوہر دکھائے کہ صحابہ کرامؓ نے ان کی بہادری کا تذکرہ نبی ﷺ کے سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''قزمان جہنمی ہے۔''

جب جنگ کے بادل چھٹ گئے اور لوگوں نے قزمان کے پاس پہنچ کر اسے بہادری اور شجاعت کی داد دی تو اس نے کہا میں تو اس لیے لڑتا تھا کہ لوگ میرے قبیلے اور خاندان کی بہادری کا اعتراف کریں۔ اسے شدید زخم بھی لگا تھا جس کی تاب نہ لا کر اس نے اپنے ہی نیزے سے خودکشی کر لی۔ جب یہ خبر آپ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''میں اللہ کا نبی ہوں اور میں نے سچی خبر دی تھی''۔ دیکھئے نیت میں فتور کی وجہ سے مقدس جہاد میں شریک بہادری کے جوہر دکھانے والا بھی منزل کو نہ پاسکا۔ اِس طرح کی ایک روایت امام مسلمؒ نے بیان کی ہے جس میں 3 اشخاص کا ذکر ہے، ایک سخی دوسرا عالم تیسرا مجاہد فرمایا: ان تینوں کو قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں بلا کر سوال کیا جائے گا، سخی آدمی سے اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میں نے تمہیں مال دیا تھا، تم نے اس کا کیا کیا؟ وہ کہے گا تیری راہ میں خرچ کیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیری نیت یہ ہوتی تھی کہ لوگ تجھے سخی اور داتا کہیں، تیری واہ واہ ہوگئی، اسے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور یہی حال باقی دونوں کا بھی ہوگا۔ ہم ان واقعات سے عبرت حاصل کریں اور اپنی نیتوں کو اللہ کی رضا کے لئے خالص کریں ورنہ ڈھیروں اعمال راکھ کا ڈھیر ثابت ہوں گے۔

منافقین کی نماز اور صدقات کو بھی اللہ تعالیٰ اس وجہ سے قبول نہیں فرماتا کہ وہ سستی اور کاہلی سے دلی رضامندی کے بغیر محض دکھاوے کے لئے عمل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس نے دکھلاوے کے لئے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ کیا اس نے شرک کیا''۔ حضرت علیؓ نے ایک جنگ میں دشمن کو زمین پر لٹا دیا، اسے قتل کرنے کے لیے تلوار نکالی تو اس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا، حضرت علیؓ نے اسے چھوڑ دیا، اس نے حیرت سے پوچھا کہ آپؓ نے ایسا کیوں کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا: میں تجھے صرف اللہ کی رضا کے لیے قتل کرنا چاہتا تھا، تو نے میرے منہ پر تھوکا تو اس میں میرا غصہ بھی شامل ہو گیا، اس لیے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ ایسے ہوتے ہیں مخلص مؤمنین۔ ایسے ہی مخلص مومنین کا وصف اللہ نے قرآن میں یوں بیان کیا ہے ''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو اپنے نفسوں کو اللہ کی رضا کے لیے بیچ ڈالتے ہیں''۔ ایسے لوگوں کو ہر عمل میں

صرف اور صرف اللہ کی رضا مطلوب ہوتی ہے، وہ دوسروں کی تعریف وتوصیف اور کسی انعام یا لالچ کے بغیر رب کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔ نبی مہربان ﷺ نے فرمایا:

جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی رکھی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے روکا اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔

ایمان کے ساتھ ہمارے رویوں کا بڑا ہی گہرا تعلق ہے، صرف نماز روزہ ہی ایمان کی پہچان نہیں بلکہ انسانوں کے ساتھ ہمارے تعلقات کیسے ہیں۔ پڑوسیوں اور رشتہ دارون کے ساتھ ہمارا برتاؤ کیسا ہے؟ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی فکر اور معاملات میں سچائی اور دیانت داری مومنین مخلصین کا بنیادی وصف ہے۔ دین تو باہمی معاملات ہی کا نام ہے۔ اخلاص نیت دراصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق اور ہر حال میں اس رب سے وفاداری نبھانے کا نام ہے۔